قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

جمعۃالمبارک 03 ستمبر 2021ء | 25 محرم 1443 ہجری قمری | 03 تبوک 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:209

فرمانِ رسول ﷺ

بدنظری ایک زہریلا تیر ہے

اَلنَّظَرُ سَھۡمٌ مَّسۡمُوۡمٌ مِّنۡ سِھَامِ اِبۡلِیۡسَ مَنۡ تَرَکَھَا مِنۡ مَخَافَتِیۡ اَبۡدَلۡتُہٗ اِیۡمَانًا یَّجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیۡ قَلۡبِہٖ

(مجمع الزوائد کتاب الادب باب لا یتناجی اثنان)

ترجمہ: ’’بدنظری شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو شخص اس کو میرے خوف کی وجہ سے چھوڑ دے، میں اس کو ایک ایسی ایمانی قوت دوں گا، جس کی شیرینی وہ اپنے دل میں پائے گا۔‘‘

تمہاری نگاہیں اچانک پڑنے والی نظر کی پیروی نہ کریں

عَنۡ اَبِیۡ بُرَیۡدَۃَ عَنۡ اَبِیۡہِ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ لَا تُتۡبِعِ النَّظۡرَۃَ النَّظۡرَۃَ فَاِنَّ لَکَ الۡاُوۡلٰی وَلَیۡسَتۡ لَکَ الۡاٰخِرَۃُ۔

(سنن ابوداؤد۔ کتاب النکاح باب مَا یُؤۡمَرُ بِہٖ مِنۡ غَضِّ الۡبَصَرِ حدیث نمبر ۲۱۴۹)

ترجمہ: ’’حضرت ابو بریدۃؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو۔ کیونکہ (اچانک پڑنے والی) پہلی نظر معاف ہے۔ لیکن اس کے بعد دوسری نظر معاف نہیں۔‘‘

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

بے محابا اپنی آنکھ کو ہر طرف مت اٹھائے پھرو

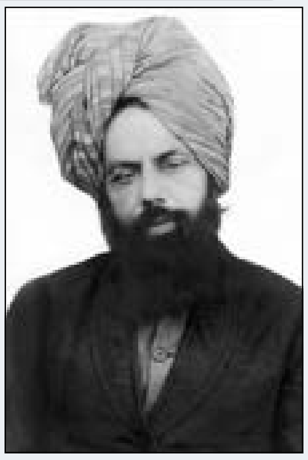

’’مومن کو نہیں چاہئے کہ دریدہ دہن بنے یا بے محابا اپنی آنکھ کو ہر طرف اٹھائے پھرے۔ بلکہ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِھِمۡ (النور:31) پر عمل کر کے نظر کو نیچی رکھنا چاہئے اور بدنظری کے اسباب سے بچنا چاہئے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 533 ایڈیشن 1988)

ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں

’’سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔ اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔ اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آوے جس سے بدخطرات جنبش کر سکیں۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10، صفحہ 343-344)

ارشادِ باری تعالیٰ

اَلۡخَبِیۡثٰتُ لِلۡخَبِیۡثِیۡنَ وَ الۡخَبِیۡثُوۡنَ لِلۡخَبِیۡثٰتِ ۚ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیۡنَ وَ الطَّیِّبُوۡنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا یَقُوۡلُوۡنَ ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ۔

(النور:27)

ترجمہ: ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں۔ اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔ یہ لوگ اُس سے بری الذمہ ہیں جو وہ کہتے ہیں۔ اِنہی کے لئے مغفرت ہے اور عزت والا رزق ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

غض بصر سے کام لیں

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’غض بصر سے کام لیں۔ یعنی اپنی آنکھ کو اس چیز کو دیکھنے سے روکے رکھیں جس کا دیکھنا منع ہے۔ یعنی بلاوجہ نامحرم عورتوں کو نہ دیکھیں۔ جب بھی نظر اٹھا کر پھریں گے تو پھر تجسس میں آنکھیں پیچھا کرتی چلی جاتی ہیں اس لئے قرآن شریف کا حکم ہے کہ نظریں جھکا کے چلو۔ اسی بیماری سے بچنے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ نیم وا آنکھوں سے چلو یعنی ادھ کھلی آنکھوں سے، راستوں پر پوری آنکھیں پھاڑ کر نہ چلو۔ بند بھی نہ ہوں کہ ایک دوسرے کو ٹکریں مارتے پھرو۔ لیکن اتنی کھلی ہوں کہ کسی بھی قسم کا تجسس ظاہر نہ ہو۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو مردوں کے لئے تو پہلے ہی حکم ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھو اور اگر مرد اپنی نظریں نیچی رکھیں گے تو بہت سی برائیوں کا تو یہیں خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پھر مومن عورتوں کے لئے حکم ہے کہ غض بصر سے کام لیں اور آنکھیں نیچی رکھا کریں۔ اگر عورت اونچی نظر کر کے چلے گی تو ایسے مرد جن کے دلوں پر شیطان نے قبضہ کیا ہوا ہے وہ تو پھر ان عورتوں کے لئے مشکلات ہی پیدا کرتے رہیں گے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 86 تا 88)

حیا ایمان کا حصہ ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کے اندر رہتے ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہے آپ کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ پاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: ’’حیا ایمان کا حصہ ہے۔‘‘

(صحیح بخاری، کتاب الایمان۔ حدیث نمبر 24)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں جزا پاتا ہے بشرطیکہ تم مومن ہو، تمہارے میں ایمان ہو۔‘‘

(مستورات سے خطاب فرمودہ 2 جون 2012ء بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 26 اکتوبر 2012ء)

اس شمارہ میں

- پھولوں کو جو بیتے کا لہو دے کے گیا ہے (منظوم)
- میری پیاری اُمّی جان حلیمہ بیگم صاحبہ
- بچپن کی خوشگوار یادیں
- پولینڈ کا تاریخی سفر

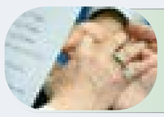

دربارِ خلافت

وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں

(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اب مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات پڑھتا ہوں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’مَیں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بد ظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علومِ جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ اُن کی رُوح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 68 مطبوعہ لندن)

پھر آپ نے فرمایا کہ ’’مگر وہ سچا فلسفہ ان کو نہیں ملا جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ وہ ان کو اور صرف انہیں کو دیا جاتا ہے جو نہایت تذلّل اور نیستی سے اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔جن کے دل اور دماغ سے متکبرانہ خیالات کا تعفّن نکل جاتا ہے اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر سچی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 69-68 مطبوعہ لندن)

پھر آپ نے فرمایا کہ ’’پس ضرورت ہے کہ آجکل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جد و جہد سے حاصل کرو۔ لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے‘‘(یعنی صرف وہیں پڑے رہے اور دین نہ سیکھا) ’’اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا اور وہ خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دور جا پڑے۔ اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے، الٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کرسکتا ہے یعنی دینی خدمت وہی بجالا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 69 مطبوعہ لندن)

پس یہ آسمانی روشنی حاصل کرنے کی کوشش ہو۔

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’میری یہ باتیں اس لئے ہیں کہ تا تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور اس تعلق کی وجہ سے میرے اعضاء ہو گئے ہو۔‘‘(اب یہ جو لفظ اعضاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے استعمال کیا ہے ایک ایسا بہت بڑا اعزاز ہے کہ تم میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور اس تعلق کی وجہ سے میرے اعضاء ہو گئے ہو۔ اعضاء بھی انسان

بقیہ صفحہ 10 پر

پھولوں کو جو سینے کا لہو دے کے گیا ہے

پھولوں کو جو سینے کا لہو دے کے گیا ہے
دنیا کے مناظر سے بظاہر وہ جدا ہے
وہ شخص تو دھڑکن میں دعاؤں میں بسا ہے
ہم اہلِ چمن اُس کو سدا یاد کریں گے
پھولوں کو جو سینے کا لہو دے کے گیا ہے
اب یونہی معطر نہیں نمناک سا موسم
مٹی میں گلابوں سا کوئی سویا ہوا ہے
پیکر تھا محبت کا اطاعت کا دعا کا
اُس کو یہ خبر تھی کہ یہی رسمِ وفا ہے
اب شام ہے، تنہائی ہے، برسات ، مبارک
رنجیدہ ہے نم دیدہ ہے اور محوِ دعا ہے

مبارک صدیقی۔ لندن

ایک طالع مند۔۔ طالع کی یاد میں

شہید سید طالع احمد

اپنے کردار میں اک کوہ گراں ہوتے ہیں
ہر زمانے میں وہ عظمت کا نشاں ہوتے ہیں
وہ جو کٹ جاتے ہیں پیانِ وفا کی خاطر
ایسے انسان ہی توقیر جہاں ہوتے ہیں
ان کے اخلاص سے ہر دور مہک اٹھتا ہے
یہ تو ہر رت میں بہاروں کا سماں ہوتے ہیں
اپنا خوں دے کے جلاتے ہیں محبت کے چراغ
ہاں یہی لوگ اجالوں کا جہاں ہوتے ہیں
یہ کہ ہر آن چمکتے ہیں ستاروں کی طرح
ان کے اوصاف ہزاروں میں بیاں ہوتے ہیں

پروفیسر عبدالصمد قریشی

صفیہ بشیر سامی۔لندن

میری پیاری اُمی جان حلیمہ بیگم

ماں مٹھاس، ماں خوشبو، ماں ٹھنڈی ہوا، ماں سکون، ماں صبر، ماں ہمت، ماں نعمت، ماں ایک غیر مشروط پیار، ماں بے لوث محبت، ماں جنت، ماں سایۂ رحمت۔ ماں دنیا کا خوبصورت ترین لفظ، ماں مدرسہ، ماں مربی، ماں علم کا گہوارہ۔ ماں کے لئے جو بھی لکھوں کم ہے۔ وہ جنم دینے کے مرحلے سے گزر کر کیا رتبہ پا گئی۔ خود کو جنت بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ سب کی جنت کو ہمیشہ سلامت رکھے جن کی مائیں دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں اللہ پاک اُن کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

ہاں میری ماں میری جنت دنیا جہاں سے زیادہ پیار کرنے والی صابر، شاکر، باہمت، حوصلہ مند، اپنوں اور لوگوں کے دُکھ درد، خوشیوں میں شامل ہو کر حوصلہ بڑھانے والی نیک، کم گو، قرآن کریم کی عاشق، پانچ وقت کی نمازوں کی پابند، تہجد گزار میری اُمی جان جن کا نام تھا حلیمہ بیگم اہلیہ شیخ محمد حسن صاحب۔

میری اُمی جان ایک صحابیٔ مسیح موعودؑ حضرت میاں فضل محمدؓ ہرسیاں والے کے گھر ہرسیاں میں فروری 1913ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے پانچ بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ آپ کی شادی 1935ء میں لدھیانہ میں ہوئی۔ میرے دادا جان شیخ نور محمد اور تایا جی شیخ غلام نبی تو احمدی تھے لیکن میرے والد صاحب نے ابھی بیعت نہیں کی تھی۔ بلکہ احرار کے پُر جوش مہرے تھے۔ ہماری دادی جان ابا جان کے بچپن میں ہی وفات پا چکی تھیں، کوئی سمجھانے والا نہیں تھا بہت نڈر تھے جوانی من مانی احرار کے سرگرم رکن ہو گئے ایک بار احرار کے جلسہ کی قیادت کرتے ہوئے جیل گئے اور جب جیل سے واپس آئے تو کہتے ہیں ایک بزرگ نے مجھے سمجھایا کہ تم نے دنیا کے مختلف رنگ دیکھ لئے ہیں۔ اور اُنہوں نے اپنی خواب سنائی جس میں ایک بزرگ آئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے ہونے کی بشارت دی ہے۔ والد صاحب کہتے ہیں کہ اسی سال جلسہ پر میں اپنے بڑے بھائی شیخ غلام نبی صاحب کے ساتھ قادیان چلا گیا وہاں جا کر جو کچھ دیکھا اس نے میری آنکھیں کھول دیں۔ وہاں کی دنیا اور میری دنیا میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ دل نے گواہی دے دی کہ یہی سچ ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

والد صاحب قادیان سے جب واپس گھر آئے تو شادی کا مسئلہ شروع ہو گیا۔ کزن سے منگنی ہو چکی تھی۔ لڑکی کے والدین نے اصرار کیا کہ جلدی شادی کریں، مگر ابا جان احمدیت قبول کر چکے تھے لڑکی والوں کو احمدی لڑکا منظور نہیں تھا۔ سب نے بہت زور لگایا کہ تھوڑی دیر کے لئے جب تک نکاح نہیں ہوتا تم کہہ دیں کہ میں احمدی نہیں ہوں شادی کے بعد جو مرضی ہے کرنا۔ بھلا اب یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ لڑکی والوں نے بہت منت سماجت کی لیکن ابا جان نے کہا دین کا معاملہ ہے۔ آپ کی مرضی ہے، میں گھر جا رہا ہوں آپ اپنی بیٹی کی شادی جہاں جی چاہتا ہے کر دیں۔ اس بات کا چرچا سارے شہر میں ہوا۔ اُن دنوں ہمارے شہر لدھیانہ کے مربی مکرم شیخ مبارک احمد تھے۔ اُن کا تبادلہ مشرقی افریقہ ہوا تو اُن کی جگہ مکرم مولانا احمد خان نسیم آ گئے۔ اُن کو جب شادی کے انکار کی وجہ معلوم ہوئی تو اُنہوں نے قادیان میں حضرت میاں فضل محمد ہرسیاں والے کی صاحبزادی مکرمہ حلیمہ بیگم کے رشتے پر غور کرنے کا کہا۔ ابا جان بتاتے ہیں ہم قادیان گئے۔ میرے ساتھ میرے بڑے بھائی غلام نبی صاحب تھے میرا انٹرویو لیا گیا میری تعلیم کا پوچھا۔ تعلیم تو تھی نہیں نفی میں جواب دیا۔ آمد پوچھی وہ بھی نہیں تھی والد صاحب کے ساتھ تھوڑا بہت کام کر لیتا تھا صرف پندرہ روپے بتادی۔ میرے بھائی میرے ساتھ ناراض ہوئے کہ تم نے سچ کیوں بولا۔ میں دل میں مطمئن تھا کہ کم از کم سچ تو بولا۔ لڑکی والے فکرمند تھے کہ یہ کیسا بے فکرا لڑکا ہے اُن لوگوں کے دل نہیں مان رہے تھے کہ یہ رشتہ ہو۔ طے ہوا کہ دعا کر لینی چاہئے۔ ابا جان کہتے ہیں اُس وقت تک مجھے دعا کی اہمیت کا بھی کچھ علم نہیں تھا دعا بھی لڑکی والوں نے خود ہی کی۔ میں تو واپس گھر آنے کے لئے تیار تھا کہ اگلے دن نکاح فارم میرے آگے رکھ دیئے گئے کہ دستخط کر دوں مجھے بتایا گیا کہ مولانا احمد خان نسیم صاحب کو اس رشتہ کے متعلق بشارت ملی ہے کہ یہ رشتہ بابرکت ہوگا۔

الحمد للہ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پڑھایا اس طرح میری والدہ صاحبہ کی شادی میرے ابا جان کے ساتھ انجام پائی۔ جہاں میرے والد صاحب کی پوری فیملی غیر از جماعت تعلیم سے نابلد وہاں میری اُمی جان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی کی بیٹی، مربی بھائیوں کی بہن خود بھی اس زمانہ کے لحاظ سے پانچ جماعتیں پاس تھیں، اُمی جان کی باقی ساری فیملی بھی تعلیم یافتہ تھی۔ یہاں نئے گھر میں صرف میرے دادا جان احمدی تھے میرے تایا جی تو احمدی تھے لیکن تائی جی احمدی نہیں تھیں وہ اپنی فیملی کے ساتھ الگ گھر میں تھے۔ میری اُمی جان کی جی بھر کر مخالفت ہوئی مگر میری اُمی جان کی تربیت، نیک سلوک اور ہر چھوٹے بڑے کی خدمت نے سب کے دلوں میں جگہ بنالی۔ ابا جان کے دو بڑے بھائی پہلے سے ہی افریقہ نیروبی میں مقیم تھے چھوٹے چچا بھی تیار تھے صرف رقم کی ضرورت تھی وہ میری اُمی نے اپنا زیور میرے چچا کو دے دیا جس سے اُنہوں نے اپنا کرایہ بنا لیا اور اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ اس طرح باقی بھی گھر میں سب کے ساتھ حسن سلوک سے دل جیت لئے۔ میری اُمی جان اپنے گھر سے بہت اچھی تربیت لے کر آئیں تھیں۔ بہادر باہمت خاتون تھیں۔

میرے ابا جان اکثر اپنے کام کی وجہ سے دوسرے شہروں میں جاتے رہتے تھے۔ فیروز پور ہم کچھ عرصہ ساتھ رہے، ابا جان نے ہماری اُمی جان کو ہم چار بہنوں کے ساتھ قادیان بھیج دیا، قادیان میں بھی کچھ خطرہ تھا یہ سب تو یاد نہیں کہ کیا تھا لیکن اتنا یاد ہے اُمی جان رات کو ہم بہنوں کو سلا کر خود سر پر پگڑی رکھ کر رات بھر پہرہ دیتی تھیں۔

پاکستان بن گیا زندگیوں میں بے شمار اُتار چڑھاؤ آئے۔ لاہور، پھر پنڈی بھٹیاں، وہاں سے پھر فیصل آباد احمدیہ مسجد کے سامنے میرے ابا جان نے گھر لیا اور دکان تھی جہاں ہم کچھ عرصہ کے لئے رُک گئے وہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب سے بڑی خوشی دی یعنی چار بہنوں کے بعد بھائی دنیا میں آنے والا تھا۔ اُس بھائی کے آنے پر ہماری اُمی جان کی بے مثال قربانی ہے۔ جن دنوں میرا بھائی دنیا میں آنے والا تھا، اُن ہی دنوں فرقان فورس کے لئے مرکز سے رضاکار بھجوانے کی تحریک ہوئی۔ محاذ پر جانے کے لئے جن صاحب کا نام تجویز ہوا وہ اپنی کاروباری مجبوریوں کی وجہ سے جا نہیں سکتے تھے۔ اُنہوں نے تجویز کیا کہ ان کی جگہ کسی دوسرے شخص کو بھجوا دیا جائے اور وہ اُس کا خرچ برداشت کر لیں گے۔ جماعت کی نظر انتخاب میرے ابا جان پر پڑی۔ لیکن میرے ابا جان کی مجبوری تھی کہ سب بچے چھوٹے تھے اور امی جان امید سے تھیں۔ جماعت کی تجویز اور اپنی ساری فکروں کا اظہار جب اُمی جان کے ساتھ ابا جان نے کیا تو میری بہادر ماں کا جواب تھا، اگر آپ کو محاذ پر جانے کا کہا جا رہا ہے تو آپ کو ضرور جانا چاہئے، آپ میری فکر نہ کریں، دنیا میں بے شمار ایسی عورتیں بھی ہیں جو جنگلوں میں بچوں کو جنم دیتی ہیں، آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور ضرور جہاد میں شامل ہوں۔ یہ حوصلہ افزا جواب سن کر ابا جان نے جانے کی تیاری کر لی۔

مکرم مولوی اسماعیل دیالگڑھی مرحوم اور ان کی بیگم صاحبہ کا ذکر نہ کروں تو انصاف نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اُن دونوں میاں بیوی کے درجات بلند فرمائے اُس مشکل وقت میں ہماری بہت مدد کی۔ ابا جان محاذ پر چلے گئے جاتے ہوئے مجھے ایک دائی کا گھر دکھا کر اُن کو ملوا کر کہ جب تمہاری اُمی جان ان کو بلوانے کے لئے کہیں تو یہ گھر ہے اور یہ ان کا نام ہے ان کو آ کر لے جانا۔ اور مولوی صاحب اور اُن کی بیگم خالہ جی بھی سب کچھ جانتے تھے۔ میری عمر تقریباً دس یا گیارہ سال ہوگی اُس وقت اپنی امی جان کی خدا تعالیٰ کے فضل سے میں ہی مددگار تھی کتنا مشکل وقت ہوگا میری ماں کا، وہ کیا سوچتی ہوں گی، کیا دعا کرتی ہوں گی، خاوند پاس نہیں، مالی مجبوریاں، چھوٹے چھوٹے بچے، کاش کہ میری ماں نے اتنے مشکل وقت نہ دیکھے ہوتے، کتنی بہادر تھی میری ماں، یہ سب اب سوچتی ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خیر وہ وقت آ گیا جب میں خالو جی مولوی صاحب کے ساتھ سائیکل پر بیٹھ کر اُن کو بلانے چلی گئی مولوی صاحب تو کچھ نہیں جانتے تھے میں نے راستہ اور گھر بتانا تھا رات کا وقت تھا میں گھر بھول گئی اب ہم گلی گلی چکر لگا رہے ہیں لیکن گھر کا کچھ علم نہیں اچانک پہرے دار کی آواز آئی (جاگ دے رہو) خالو جی نے سائیکل اُدھر کو موڑ لی اُن سے پوچھا کہ اس نام کی عورت کہاں رہتی ہیں، چوکیدار نے ہمیں اُن کا گھر بتایا اور ہماری مشکل آسان ہوئی۔ الحمد للہ ہمیں اللہ نے چار بہنوں کے بعد بھائی جیسی نعمت سے نوازا (اللہ اُس کو صحت والی لمبی زندگی دے آمین)

جب ابا جان تین ماہ کے بعد محاذ سے واپس آئے تو وہ کافی مشکل زمانہ تھا ابا جان کا کوئی ذریعہ آمد نہ تھا، مالی مشکلات تھیں ان کے سب بھائی پہلے سے ہی ایسٹ افریقہ نیروبی منتقل ہو چکے تھے اُنہوں نے ابا جان کو بھی افریقہ بلا لیا۔ اور ہم سب ربوہ کی مقدس سرزمین پر آ کر آباد ہو گئے، ربوہ میں ایک کمرہ کے کچے گھر میں جو غالباً ڈیڑھ سو یا دو سو روپے میں خریدا تھا اُس کے بعد نسبتاً بہتر دو کمروں کے کچے گھر میں منتقل ہو گئے۔ کچے گھروں کی بھی بہت خوبصورت یادیں ہیں باہر بارشیں رُک جاتی تھیں مگر ہمارے گھر کی

چھتوں سے پانی ٹپکتا رہتا تھا چھتوں پر تسلے بھر بھر مٹی ڈالتے۔ ہماری اُمی جان چھت پر اور ہم بچے تسلے بھر بھر مٹی پکڑاتے جاتے ہماری اُمی جان بہت کفایت شعار تھیں اباجان جو رقم بھیجتے اس میں گھر کا خرچ چلا کر کچھ پس انداز بھی کرلیتیں۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی دارلبرکات جامعہ احمدیہ کے سامنے، اپنا پکا گھر بنانے کی توفیق عطا فرمائی ہماری اُمی جان زمین پر بیٹھ کر نقشہ بناتیں اور کام والوں کو کام سمجھاتیں گرمیوں کی تپتی دھوپ میں مزدوروں کے ساتھ کھڑے ہو کر کام کرواتیں۔ مکان بن گیا تو ہم کچے گھر سے اپنے پکے گھر میں منتقل ہو گئے۔ الحمد للہ

اُس وقت یہ علاقہ ابھی آباد نہیں ہوُا تھا۔ بالکل جنگل بیابان تھا۔ دور دور چند گھر تھے پانی بھی نمکین تھا پینے کے لئے پانی ماشکی سے لیتے تھے رات کو ہم سب مل کر گھڑے یا بالٹیاں لے کر جاتے اور دارالرحمت سے میٹھا پانی بھر بھر کر لاتے تھے۔

اُمی جان ہاتھ میں موٹا ساڈنڈا پکڑ کرساتھ چلتیں ڈر بھی بہت لگتا سانپ بچھو سے ڈر، کالی پیلی آندھیوں سے ڈر چوروں سے ڈر روزانہ رات کو قصے کہانیاں سناتے ہوئے رات گزرتی، چار پائیاں ایسے کہ درمیان میں چھوٹی بہنوں اور بھائی کی ایک طرف امی جان اور دوسری طرف آخر پر میری چار پائی ہوتی، ستاروں کو دیکھتے اپنے اپنے ستارے کو نشان لگاتے اور دوسرے دن اُسی ستارے کو ڈھونڈتے، چاند کی چاندنی سے خوش ہوتے رات گزر جاتی۔ مگر ہمارے والے ربوہ میں اور آج کے ربوہ میں زمین آسمان کا فرق ہے، لہلاتے پھول سبزہ، رونقیں۔ ہمارا گھر، میرے ماں باپ کا گھر، میری بہنوں اور بھائی کا گھر جس کی مجھے بہت یاد آتی ہے، جہاں چاندنی راتوں کا نور دیکھتے، ستاروں کو گنتے دن نکل آتا تھا، اُن دنوں کی یاد ساتھ رہتی ہے۔

الحمد للہ دائیں بائیں ہمسائے بہت ہی اچھے تھے اتنی اپنائیت تھی کہ ایک ہی گھر کے افراد لگتے تھے جو ہمارے گھر میں پکتا سب کے لئے ہوتا کھانا بناتے وقت اُمی جان کا پہلا لفظ یہ ہوتا کھانا زیادہ بنائیں آٹا گوندھتے وقت ہمیشہ کہتیں آٹا تھوڑا اور ڈال لو ہمسائیوں کا بھی حق ہے۔ دیوار پر اینٹ سے ٹھک ٹھک کر کے ایک دوسرے کومتوجہ کرتے اور بلا تکلف ضرورت کی چیز مانگ لیتے۔ ہم سب اُس آواز سے بہت مانوس تھے۔ ایک کنبہ کی طرح رہتے تھے۔ ہمارے سب دُکھ سُکھ ایک تھے۔ آج میں یہ پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ مجھے نہیں یاد کہ کوئی حاجت مند آیا ہو اور اُس کی حاجت پوری نہ ہوئی ہو۔

حقوق اللہ، حقوق العباد ادا کرنا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔ پیار اور ایثار کا دامن ہر وقت تھامے رہتیں۔ اُس مالی تنگی کے زمانے میں بھی ہمارے گھر میں بجلی کا پنکھا لگا ہوا تھا جو ربوہ کی گرمی میں بڑی نعمت تھا۔ محلے کی عورتیں اکثر دوپہر کو ہمارے گھر آجاتیں۔ اُمی جان اپنی سہیلیوں کو خود بھی بلاتیں کہ آؤ دوپہر پنکھے کے نیچے گزارو۔ گھر میں فرج بھی تھا ہمارا گھر کالج روڈ پر جامعہ احمدیہ کے سامنے تھا۔ جمعہ والے دن پانی والا حمام پانی سے بھر کر برف ڈال کر باہر رکھ دیتیں تا کہ لوگ گرمی میں ٹھنڈا پانی پی سکیں۔ لوگ پانی پیتے اور دعائیں دیتے ہوئے گزر جاتے۔

نام کی طرح بہت حلیم تھیں، دُکھ تو کسی کا برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔ ان کی انسان دوستی اور رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کے کچھ واقعات لکھتی ہوں۔ ہمارا گھر دارالبرکات میں جامعہ احمدیہ کے بالکل سامنے تھا۔ ہم ابھی وہاں نئے نئے ہی تھے۔ ہمارے گھر کے سامنے جامعہ احمدیہ کی عمارت اور چار دیواری زیرتعمیر تھی۔ کام کرنے والے مزدور دوپہر کو کھانے اور ستانے کے لئے اس چھوٹی سی دیوار کے سائے میں آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک دن سخت گرمی کے دن دوپہر کو ہماری امی جان کو کسی مرد کے رونے کی آواز آئی پہلے تو اُمی کھڑکیوں میں سے خود ہی دیکھنے کی کوشش کرتی رہیں مگر جب کوئی نظر نہ آیا تو میرے بھائی خالد کو امی نے کہا کہ جاؤ جا کر دیکھو کہ کون ہے اور کیوں رو رہا ہے؟ خالد گیا اور آ کر امی کو بتایا کہ ایک مزدور رو رہا ہے۔ اُس کے گردے میں شدید تکلیف ہے اور وہ ہل بھی نہیں سکتا۔۔ اُمی نے اپنے صحن کے اندر دیوار کے ساتھ جہاں سایہ تھا وہاں چار پائی ڈالی، میری دونوں بہنیں جو ابھی بہت چھوٹی تھیں اور خالد، تینوں اس مزدور کو سہارا دے کر گھر لائے۔ امی جان نے اُس کو خربوزوں کے چھلکوں کا پانی ابال کر دیا اور کچھ اور دوائی وغیرہ بھی دی شام تک وہ مزدور جو کسی ساتھ والے گاؤں سے آیا ہوا تھا بہتر ہو گیا اور امی جان کو دعائیں دیتا ہوا اپنے گھر گیا اُمی جان کی باتیں لکھوں تو اخبار بھر جائے ایک دو اور واقعات لکھ دیتی ہوں یہ بھی ربوہ میں شروع کے دنوں کی بات ہے جب کہ ٹائلٹ میں نہ فلش سسٹم تھا اور نہ ہی کموڈ وغیرہ کی کوئی سہولت تھی۔ جمعدارنی ٹوکری لے کر آتی تھی اور گند وغیرا اُٹھا کر لے جاتی تھی۔ ہماری جمعدارنی ماں بننے والی تھی ہماری امی جان کو علم تھا۔ ہم بچے یہ سب کچھ نہیں جانتے تھے، کیونکہ اُس زمانہ میں بچوں کے سامنے ایسی باتیں نہیں کی جاتی تھیں۔ مگر ہم یہ ضرور دیکھتے تھے کہ ہماری امی جمعدارنی کا اتنا خیال کیوں رکھتی ہیں۔ کھانے سے پہلے ہمیشہ اُس کے لئے اچھی چیز نکال کر رکھتیں۔ آہستہ آہستہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امی اُس کو کہتیں کہ اب تم نہ آیا کرو، اپنے شوہر کو بھیجا کرو لیکن وہ خود ہی آتی رہی۔ ایک دن جب کہ وہ بالکل آخری دنوں میں تھی تو وہ ٹوکری اُٹھانے لگی مگر اُس کو سنبھال نہ سکی ساری کی ساری ٹوکری اُس کے اُوپر گِر گئی۔ وہ گند سے بھر گئی۔ اُس نے دوبارہ سارا گند اکٹھا کیا امی جان نے اُس کی مدد کی۔ وہ یہ الفاظ بار بار کہتی جارہی تھی کہ بی بی آپ پیچھے ہو جائیں آپ کو گند لگ جائے گا۔ امی نے اُسی وقت میرے چھوٹے بھائی کو اس کے گھر بھیجا اور خود اس کو پانی سے نہلایا اور اپنے کپڑے نکال کر اُس کو پہننے کو دئے۔ گرم گرم چائے بنا کر دی۔ جب تک اُس کے گھر سے اس کو کوئی لینے نہیں آیا اُس کو آرام کروایا۔ وہ کہنے لگی بی بی اگر میں کسی اور گھر میں ہوتی تو نہ جانے میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا۔

جو غیروں کے ساتھ اتنی محبت سے ملتی تھیں تو اپنے تو پھر اپنے ہوتے ہیں۔ میری امی جان اپنے بہن بھائیوں سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ ہے کہ جب وہ لندن سے پاکستان ربوہ گئی ہوئی تھیں تو اُن کو اپنے بھائی کی بیماری کا علم ہوا جو قادیان میں درویش تھے (ماموں جان محترم عبدالرحیم درویش) اُمی جان اپنے بھائی کی بیماری کا سُن کر رہ نہ پائیں اور اُن کی تیمارداری کے لئے قادیان چلی گئیں۔ امی کے ساتھ اُن کا ایک بھتیجا اور بھتیجی بھی گئے، امی جان کچھ عرصہ قیام کے بعد واپس آ گئیں۔ آنے کے کچھ ہی دنوں بعد میرے ماموں جان کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور وہ گُرو چیرٹی ہسپتال امرتسر میں داخل ہو گئے۔ اب پاکستان سے اتنی جلدی کوئی نہیں جا سکتا تھا کہ ویزا اتنی جلدی ملنا ممکن نہیں تھا لیکن میری امی کے پاس برٹش پاسپورٹ تھا اس لئے اُن کو جانے میں کوئی مشکل نہیں تھی۔ وہ فوراً وہاں امرتسر ہسپتال پہنچ گئیں۔ بعد میں اُن کا بھتیجا بھی اُن کے پاس پہنچ گیا۔ امی جان بتاتی تھیں کہ مَیں وہاں ہسپتال میں دو ہفتے رہی تھی جو میرے لئے مشکل ترین وقت تھا۔ ایک تو پردہ کرنا پھر کھانے کی مشکل صبح، شام باہر سے نان چنے لا کر کھاتی رہی۔ بے شک مشکل وقت تھا لیکن خوش بھی تھیں کہ مَیں نے اپنے بھائی کی تیمارداری کی اور اُن کے پاس کچھ دن رہنے کا موقع بھی مل گیا۔ الحمد للہ۔

جہاں ربوہ اور لندن میں بے شمار بچوں کو قرآن کریم پڑھایا، اپنے نواسے نواسیوں کو قرآن پڑھاتے ہوئے ہمیشہ دعا مانگتی تھیں کہ اللہ میاں جی مجھے اتنی زندگی دے دے کہ میں اپنے بیٹے کے بچوں کو قرآن کریم پڑھا سکوں۔ الحمد للہ۔ اللہ پاک نے اُن کی یہ خواہش بھی پوری کی اور میرے بھائی کے چاروں بچوں کو بھی قرآن کریم پڑھانے کی سعادت ملی۔

میرے اباجان کی اُستانی بھی، میری اُمی جان ہی تھیں جس دن اباجان نے قرآن کریم ختم کیا اباجان نے اپنی استانی جی کو قرآن مجید پڑھانے کی خوشی میں سوٹ تحفہ میں دیا۔

ہمارے اباجان ہمیشہ پاکستان سے باہر رہے خدا تعالیٰ پر توکل اتنا کہ کبھی لوگوں کی کہی کہائی باتوں پر یقین نہیں کرتی تھیں۔ اباجان 17 سال افریقہ میں رہے کبھی چھ سات سال بعد چکر لگتا۔ لوگ کئی طرح کی باتیں بناتے مگر ہماری امی جان کی زبان پر کبھی شکوہ آیا نہ دل شکنی ہوئی۔ امی اباجان کا پیار، اعتماد کا جو رشتہ تھا وہ اُن کو کبھی کمزور نہیں ہونے دیتا تھا۔ وہی پیار اور اعتماد امی جان نے ہمیں بھی سکھایا۔ ہمیشہ ہمارے اُوپر اعتماد کیا بھروسہ کیا۔ ہماری پرورش میں ہماری امی جان نے انتھک محنت کی۔ بغیر کہے دل کی بات جان جاتیں۔ دنیا بھر کی فرمائشیں پوری کرنے کی کوشش کرتیں۔ اُس زمانہ میں بھی باپ کے بغیر بچوں کی پرورش کرنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ بے جا روک ٹوک نہیں کرتی تھیں مگر دین کے معاملہ میں کبھی نرمی نہیں کرتی تھیں، نمازوں کی پابندی، ناصرات یا لجنہ کے پروگراموں میں کبھی ناغہ نہیں ہونے دیتی تھیں، بلکہ ناصرات کے اجلاس ہمارے ہی گھر میں ہوتے تھے۔

جہاں امی جان نے زندگی کے ہر مشکل سے مشکل امتحان میں کمزوری نہیں دکھائی اور بے حد بردباری اور تحمل سے ہر امتحان میں پاس ہوئیں۔ ایسے ہی انہوں نے اپنے بچوں کے مستقبل کو سنوارتے ہوئے اُن کی زندگیوں کے ساتھی ڈھونڈنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اباجان پاکستان سے باہر ہی رہتے تھے اس لئے بچوں کی شادیوں کی ذمہ داریاں بھی امی جان کے حصہ میں آئیں۔ کچھ شادیوں میں اباجان شامل ضرور ہوئے۔ الحمد للہ۔

میرے اباجان 1969 ء میں لندن آ گئے تھے میری اُمی جان 1974ء میں اباجان کے پاس لندن تشریف لے آئی تھیں، جماعت کے کاموں میں اُمی جان نے ہمیشہ حصہ لیا۔ پاکستان بھی اجلاسات میں باقاعدگی سے جاتیں، چندہ لینے کی ڈیوٹی اکثر امی جان کو مل جاتی۔

بقیہ صفحہ 8 پر

مبشرہ شکور بنت عبدالباسط شاہد ۔ لندن

بچپن کی خوشگوار یادیں

سکول کے زمانے میں جب گرمیوں کی لمبی چھٹیوں میں کہیں جانے کا پروگرام بنتا تو بہت خوشی ہوتی۔ 1974ء کی بات ہے ابا جان کی تقرری بحیثیت مربی سلسلہ حیدرآباد ہوئی۔ پروگرام یہ بنا کہ سب بہن بھائی کی چھٹیاں ہیں تو ہم بھی ابوجان کے ساتھ حیدرآباد جائیں گے اور چھٹیاں گزار کر واپس ربوہ آجائیں گے۔ ربوہ سے حیدرآباد جانا ٹرین میں ایک لمبا سفر تھا۔ اس کے لئے سیٹیں بک کر لی گئیں۔ امی جان نے کہا کہ رستہ کافی لمبا ہے کچھ پڑھنے کے لئے ساتھ رکھ لیں۔ مجھے یہ تو یاد نہیں کہ اور پڑھنے کو کیا ساتھ لیا مگر اتنا یاد ہے کہ میرے پاس راہ ایمان تھی۔

(راہ ایمان احمدی بچوں کے لئے ابتدائی دینی معلومات کا مجموعہ مرتبہ شیخ خورشید احمد صاحب مرحوم)

سفر شروع ہوا، بھری ٹرین میں سیٹیں ڈھونڈیں اور ہم بیٹھ گئے۔ امی جان کے ساتھ پانچ بچے بھی تھے اس لئے برتھ بھی بک کروائی ہوئی تھی کچھ سٹیشن گزرنے کے بعد ایک خاتون بھی ہمارے ساتھ سوار ہوگئیں اور امی جان سے جگہ کا مطالبہ کیا چونکہ ان کا سفر ہمارے سفر سے چھوٹا تھا تو امی جان نے ان کو برتھ پر میرے ساتھ بیٹھنے کی جگہ بنادی۔

جو واقعہ میں بتانے لگی ہوں اس وقت میری عمر 11سال تھی۔ میں اپنی کتاب پڑھ رہی تھی کچھ دیر وہ خاتون خاموشی سے بیٹھی دیکھتی رہیں آخر کار انہوں نے پوچھ لیا کہ میں کیا پڑھ رہی ہوں؟ میں نے ان کو اپنی کتاب دکھا دی۔ انہوں نے کتاب کا جائزہ لیا اور کتاب واپس کردی۔ یہاں سے سوالوں کا سلسلہ شروع ہوا کہ ہم کون ہیں؟ میں اپنے محدود علم کے مطابق جتنی تبلیغ کرسکتی تھی کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی جتنی دلیلیں دے سکتی تھی دیں۔

ربوہ میں رہ کر کسی کو تبلیغ کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا کیونکہ ہم اللہ کے فضل سے احمدیوں میں رہتے تھے اس لیے یہ پہلا موقعہ مجھے تبلیغ کرنے کا ملا تھا۔ بہر حال اس روز تبلیغ کر کے میں بہت خوش ہوئی۔

اب اللہ کا کرنا کیا ہوا کہ ہمارے حیدرآباد پہنچتے ہی خبر ملی کہ ربوہ سٹیشن پر کافی ہنگامہ ہوا ہے۔ پورے پاکستان میں فساد کی خبریں سننے کو ملیں ۔

اس طرح کے حالات میں یہ فیصلہ ہوا کہ ابھی ربوہ واپسی ٹھیک نہیں۔ سرگودھا کی خبر تھی کہ کافی احمدیوں کے گھروں کو آگ لگا دی گئی ہے۔ جن میں ہمارے ایک عزیز بھی تھے۔ میری دادی اماں نے ان کے لئے ہمارے ربوہ والے مکان میں رہائش کا بندوبست کیا اس طرح ان کی کچھ مدد ہوگئی۔

ادھر ہم بہن بھائی کی تعلیم کا مسئلہ کہ پڑھائی کا سال ضائع نہ ہو۔ امی جان اس بات کا بہت خیال رکھتیں کہ بچوں کی پڑھائی ضائع نہ ہو۔ ایک واقعہ بیان کرتی ہوں :

گھر کے پاس کے اسکول سے داخلہ فارم منگوائے گئے۔ ہیڈمسٹرس نے ٹیسٹ کے لئے بلالیا۔ ٹیسٹ بھی پاس کرلیا۔ مگر ہیڈمسٹرس نے فارم واپس بھجوادیئے کہ مذہب والا خانہ غلط فل کیا ہے۔ آپ نے اس میں مسلمان لکھا ہے حالانکہ آپ کو سرکاری طور پر غیر مسلم قرار دیا ہے۔ امی جان کو سکول ہیڈمسٹرس کے ساتھ ملنے اور بات کرنے کے لئے جانا پڑا۔ امی جان نے ہیڈمسٹرس کی بات سنی اور کہا کہ ویسے آپ ہمیں غیر مسلم کہہ رہی ہیں مگر جب قرآن کریم پڑھنے اور تلاوت کرنے کا موقعہ ہو تو ہمارے بچوں سے تلاوت کرواتی ہیں۔

اس طرح کچھ روز بعد اس اسکول سے انکار ہوگیا۔ امی جان اور ابوجان دعائیں بھی کررہے تھے۔ خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ہمیں ایک ایسے سیکنڈری اسکول کا پتہ لگا جس کی ہیڈمسٹرس ایک احمدی خاتون تھیں اور انہوں نے خوشی سے میرا اور میری بہن کا اسکول میں داخلہ کردیا۔

اس اسکول کا نام مریم ہائی اسکول فارگرلز تھا۔

اس اسکول کی آمبلی کا آغاز روزانہ تلاوت قرآن کریم سے ہوتا۔ روزانہ ٹیچرز کو کسی طالبہ کو تلاوت کے لئے بلانے میں دقت ہوتی۔ ایک روز ہیڈمسٹرس نے اعلان کیا کہ ہم سارے اسکول کا تلاوت کا مقابلہ کریں گے۔ مقابلہ کے لئے نام لکھوائے گئے اور اعلان کیا گیا کہ اس مقابلہ میں فرسٹ آنے والی طالبہ روزانہ آمبلی میں تلاوت کرے گی۔

پروگرام کے مطابق مقابلہ ہوا اور اللہ کے فضل سے خاکسار نے تلاوت قرآن کریم میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی۔ سارا سال آمبلی یا کوئی بھی اسکول کا فنکشن ہوتا تو مجھے قرآن کریم کی تلاوت کی سعادت حاصل ہوتی۔ الحمد للہ

اباجان کو رہائش کے لئے لطیف آباد نمبر 8حیدرآباد میں گھر ملا تھا۔ دروازہ سے نکلیں تو کچھ دکانیں تھیں اور کچھ ریڑھیاں تھیں جن میں سے امرود کی ریڑھی یاد ہے۔ باہر کے مین دروازہ سے اندر آئیں تو گھر شروع ہونے سے پہلے کافی خالی جگہ تھی جہاں بعد میں اباجان نے سبزیاں اور پھول لگا کر پیارا سا باغیچہ بنالیا تھا جب کے گھر کی پچھلی سائیڈ پر لوگوں کے گھر تھے۔

ہمارے دروازہ کے سامنے جن کا گھر تھا وہ ایک شریف خاندان تھا۔ ان کی بچیاں کبھی کبھی ہم سے کھیلنے آجاتیں۔ ان بچیوں کی والدہ اور دادی جان ہماری امی جان سے بہت محبت سے پیش آتیں۔ ان کو بھی حالات کا علم تھا۔ وہ دونوں اکثر امی جان سے کہتیں کہ گھبرانا نہیں اگر مشکل وقت آئے تو ہماری طرف آجانا۔

ایک دن ابوجان صبح کام سے باہر نکلنے لگے تو دیکھا کہ دروازہ پر ایک بڑا سا نوٹس لگا ہوا ہے۔ ابوجان نے چپکے سے اتار کر جیب میں ڈالا اور اپنے کام پر چلے گئے۔ شام کو جب گھر آئے تو پتہ چلا کہ اس پر لکھا تھا کہ چوبیس گھنٹوں میں مکان خالی کر دیں ورنہ بچوں سمیت آگ لگا دی جائے گی۔ خوف تو تھا مگر ہمیشہ خدا نے اپنے فضلوں کا سایہ ہمارے ساتھ رکھا اور ہر طرح کی مشکل سے بچایا۔ ایک دو اور واقعات یاد آرہے ہیں جن کا تعلق بھی میری والدہ محترمہ محمودہ باسط صاحبہ سے ہی ہے۔ سوچا کہ ان کا ذکر بھی کردوں۔

اس وقت میری عمر چار برس کی ہوگی۔ ابوجان کی تقرری جہلم میں تھی۔ اباجان نے کلرکہار دورہ پر جانا تھا اس دفعہ ہم بھی ساتھ گئے۔ وہاں جس فیملی کے ہاں ٹھہرے انہوں نے پیار اور محبت سے میزبانی کی۔ بہت خوبصورت جگہ تھی۔ اس وقت ایک گاؤں کی طرح تھا مگر اب سنا ہے کہ ایک بڑا شہر بن گیا ہے۔ وہاں کی سیر مجھے ہمیشہ یاد رہی۔ پہاڑی علاقہ تھا آپ بادلوں کو چھو سکتے تھے۔ پتھروں کے نیچے سے پانی نکل رہا تھا۔ واٹر فال پہلی دفعہ دیکھی۔ چشمے بہہ رہے تھے۔ جس چشمے کے پاس ہم بیٹھے تھے اس میں گولڈ مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ پہلی گولڈ فش اس وقت دیکھی اور پکڑی بھی۔

واقعہ جو لکھنے لگی ہوں یہ ان چشموں کے پاس کا ہے کہ پاس ایک پہاڑی پر دو قبریں نظر آرہی تھیں۔ کافی عورتیں اوپر جارہی تھیں اور پھول چڑھاتی تھیں کچھ اور چیزیں بھی رکھتیں اور منت مانگتی تھیں۔ روتی اور سوگ مناتی تھیں۔ یہ دو بھائیوں کی قبریں تھیں اور ان پر لکھا تھا:

ہوبہو یعنی ایک قبر ہو اور دوسری پر بہو۔ یعنی دونوں بزرگ بالکل ہم شکل تھے۔

امی جان نے جب یہ ماجرا دیکھا تو پاس جاکر ان سے کہا کہ آپ ایسا کیوں کررہی ہیں؟ میں نے سارا قرآن کریم پڑھا ہے اور سارے قرآن کریم کا ترجمہ بھی پڑھا ہے مجھے تو یہ باتیں کہیں نظر نہیں آئیں۔ اس طرح امی جان کو تبلیغ کا موقعہ بھی مل گیا۔

تقریباً دس سال کا عرصہ اباجان افریقہ میں مبلغ سلسلہ کی حیثیت سے فیملی کے بغیر رہے۔ پھر خدا کی توفیق سے چھوٹے تین بہن بھائیوں کے ساتھ لوساکا زیمبیا جانے کا موقعہ ملا۔

یہ سنی ہوئی بات کا ذکر کررہی ہوں۔ لوساکا پہنچنے پر ایک احمدی فیملی کے پاس پہنچنا تھا ان کے ہاں کھانے کا انتظام تھا اور کھانے کے بعد انہوں نے ہی رہائش گاہ پر پہنچانا تھا۔ کھانے کے بعد گھر کی خاتون میری امی جان مکرمہ محمودہ باسط صاحبہ سے یوں مخاطب ہوئیں کہ میرا خیال ہے آپ کو بتا دوں کہ یہ جس طرح آپ نے برقعہ پہنا ہوا ہے یا پردہ کیا ہے اس کو یہاں اچھا نہیں سمجھا جاتا شاید آپ کو یہ بدلنا پڑے۔۔۔۔ امی جان نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں تو یہاں برقعہ پہنانے آئی ہوں نہ کہ برقعہ اتروانے۔

ایسی ہی ایک اور بات رخصتی کے وقت میں نے ربوہ سے انگلینڈ آنا تھا تو سب بڑوں نے اور خاص طور پر امی جان نے پردہ کی بہت تاکید کی کہ انگلینڈ کا ماحول جیسا بھی ہو آپ نے پردہ کا خیال رکھنا ہے۔ الحمد للہ اب میں بہو بیٹیوں والی ہوں۔ اللہ کے خاص فضل سے بچیاں بھی اس بات کا خوب خیال رکھتی ہیں اور پردے میں رہ کر ڈاکٹر اور ٹیچر کے شعبے سے منسلک کام انجام دے رہی ہیں۔ الحمد للہ

خدا کرے آیندہ آنے والی نسلیں بھی بڑوں کے نیک نقش قدم پر چلنے والی ہوں۔ ہمیشہ خلافت کی رسی کو تھام کر صراط مستقیم پر چلنے والی ہوں۔ آمین

مولانا عطاء المجیب راشد۔ لندن

پولینڈ کا تاریخی سفر

سفر نامہ (25 اپریل تا 30 اپریل 2010ء)

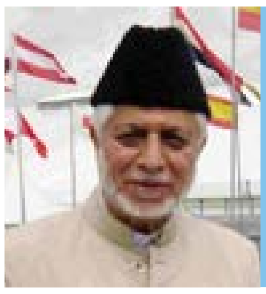

(قسط اول)

25 اپریل 2010ء

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج زندگی میں پہلی بار پولینڈ جانے کے لئے لندن سے روانہ ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے سفر جاری ہے اور سفر کے دوران برسلز سے کولون بذریعہ ٹرین سفر کرتے ہوئے اس ڈائری کا آغاز کر رہا ہوں۔

اس سفر کی تقریب اس طرح پیدا ہوئی کہ قریباً ڈیڑھ دو ماہ قبل جماعت پولینڈ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ ایک تبلیغی لیکچر کے لئے خاکسار کو مدعو کرنا چاہتے ہیں۔حضور انور نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ الحمد للہ کہ اس طرح پولینڈ کا پہلا سفر ایک تبلیغی غرض سے حضور انور کی اجازت سے طے پایا۔

انہی دنوں میں ناروے جماعت کی طرف سے حضور انور کی خدمت میں درخواست آئی کہ وہ تبلیغی نوعیت کے ایک اجلاس عام میں سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر تقریر کے لئے مجھے مدعو کرنا چاہتے ہیں۔حضور انور نے اس کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ ناروے کا اجلاس 20 اپریل کو طے پایا اس کے لئے میں نے 19 نومبر کو جانے اور 22 نومبر کو واپسی کے لئے جہاز کی سیٹ بک کرا لی اور تیاری شروع کر دی۔ پولینڈ کے لئے 26 اپریل کو روانگی، 27 اور 29 کو دو جگہوں پر تقاریر اور 30 اپریل کو واپسی کے لئے سیٹیں کرا لی تا کہ 30 اپریل جمعہ کو صبح کے وقت لندن واپسی ہو جائے اور جمعہ کا جو خطبہ حضور اس روز دیں اس کا ترجمہ کرنے کی سعادت مل جائے۔ اس کے علاوہ میں نے جماعت پولینڈ کی خواہش پر 10 اپریل تک اپنی تقریر Dose Islam pose a threat to Poland کے موضوع پر تیار کر کے انہیں پولش ترجمہ کے لئے بھجوا دی۔ اس کے بعد ناروے کے جلسہ کے لئے سیرت النبی ﷺ کی تقریر کی تیاری شروع کر دی۔

یہ سب انتظامات اور تیاریاں جاری تھیں کہ اچانک ایک اہم واقعہ رونما ہوا۔ 17 اپریل کو آئس لینڈ کے ایک پہاڑ سے آتش فشانی شروع ہوئی جس سے دھوئیں اور ریت وغیرہ کے بادل دنیا میں پھیلنے لگے اور خاص طور پر یورپ کے شمالی ممالک میں بشمول برطانیہ اس قدر متاثر ہوئے کہ فوری طور پر سب پروازیں بند کر دی گئیں کیونکہ ان بادلوں اور Ash کی وجہ سے جہازوں کا اُڑنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ یہ واقعہ اچانک ہوا اور یورپ کے علاوہ باقی دنیا بھی اس سے متاثر ہوئی۔

پروازوں کے تعطل سے ناروے جانے کا پروگرام خطرے میں پڑ گیا۔ متبادل ذریعہ سفر کے طور پر ٹرین۔ فیری وغیرہ کا پتہ کیا لیکن اچانک لوگوں اور مسافروں کی بے پناہ رش کی وجہ سے ایک سیٹ بھی نہ مل سکی۔ سمندر کو کراس کر کے یورپ میں داخلہ کی کوئی صورت میسر نہ آئی تو اس مجبوری کی وجہ سے ناروے کا پروگرام ختم کرنا پڑا۔ جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو وہی ہوتا ہے۔ ناروے جماعت کو بھی بہت مایوسی ہوئی اور مجھے بھی احساس کہ خدمت دین کا ایک اچھا موقعہ ہاتھ سے نکل گیا۔ بہر حال عرفت ربی بفسخ العزائم والی بات سچی ثابت ہوئی۔

ناروے کا پروگرام بدلا تو میں نے 21 اور 22 اپریل کو اس خیال سے کہ پولینڈ میں بھی جہازوں کی صورت حال متاثر نہ ہو جائے یہ طے کیا کہ یہ سارا سفر بذریعہ ٹرین کیا جائے چنانچہ یورو سٹار کی ٹکٹ خریدی اور بعد ازاں بیلجیم کے امیر صاحب کے ذریعہ برسلز سے کولون اور کولون سے برلین تک کی ٹرین کی ٹکٹ خرید لی اور برلین سے وارسا تک کی ٹکٹ کا انتظام کر لیا۔

اب ہوا یہ کہ 22 اپریل کو جہازوں کی پروازیں شروع ہو گئیں۔ کیونکہ ابتداء میں ابھی پروازیں پوری نہ تھیں اور غیر یقینی صورت بھی تھی اس لئے میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اگرچہ 26 کو پرواز پر سیٹ بک ہے لیکن متبادل ذریعہ سفر کو ہی اختیار کیا جائے چنانچہ اس کے مطابق میں نے 25 اپریل کو بذریعہ ٹرین سفر کا آغاز کیا۔ یہ میرے لئے یورپ میں اس قدر لمبا سفر بذریعہ ٹرین کرنے کا پہلا موقعہ ہے۔

25 اپریل کی صبح کو نماز فجر، تلاوت، ناشتہ اور دفتر میں جا کر چند ضروری خطوط لکھنے کے بعد گھر سے روانگی ہوئی۔ قانتہ نے سارا سامان بڑے قرینہ سے تیار کر دیا تھا۔ مجید بھٹی صاحب کار میں مجھے یورو سٹار ٹرین کے اسٹیشن St.Pancras لے آئے۔ وہاں خالد بھنوں صاحب استقبال کے لئے موجود تھے۔ وہ اس اسٹیشن پر کام کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بہت سہولت رہی۔ انہوں نے بزنس لاؤنج میں ایک اور ہلکا ناشتہ بھی کروایا۔ اس کے بعد 8:57 پر ٹرین روانہ ہوئی۔ سفر بہت خوشگوار رہا۔ سمندر کے اندر TUNNEL سے گزرنے میں 20 منٹ لگے۔ ٹھیک وقت پر 12:03 پر ٹرین برسلز پہنچ گئی۔

اسٹیشن پر سید حامد محمود شاہ صاحب امیر، مکرم احسان سکندر صاحب مبلغ انچارج اور مکرم منور احمد صاحب صدر انصار اللہ بیلجیم تشریف لائے ہوئے تھے۔ بڑے تپاک سے ملے۔ ایک ہوٹل میں کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا۔ جماعتی اور علمی موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ 2:28 پر THALYS ٹرین پر روانگی ہوئی۔ سفر عمدہ رہا۔ آج دوران سفر ایک چیز پہلی بار دیکھنے کا موقعہ ملا اور وہ تھی ڈبل ڈیکر ٹرین! پونے 2 گھنٹے میں کولون اسٹیشن پہنچ گیا۔ وہاں پانچ نوجوان استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ دو مکرم الیاس منیر صاحب کے بچے اور تین اور۔ ان سب کو الیاس منیر صاحب نے آنے کا کہا تھا (خود وہ شوریٰ کی وجہ سے فرانکفورٹ میں تھے)

مکرم الیاس منیر صاحب کی بیگم نے بڑے اہتمام سے میرے لئے بعد دوپہر کی چائے کا مکمل سامان اپنے بچوں کے ہاتھ بھجوایا۔ گرم گرم چائے تھرماس میں، پکوڑے اور کیک وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس اہتمام کی بہت جزاء دے۔ بہت لطف آیا اور ان کے لئے دعا کا بھی موقع ملا۔ کچھ دیر اسٹیشن پر آنے والے سب نوجوانوں سے بات چیت ہوئی۔ اس کے بعد کولون سے برلین تک جانے والی جرمنی کی مشہور ٹرین ICE میں سوار ہوا۔

ٹرین کا یہ سفر کافی لمبا تھا۔ قریباً ساڑھے 5 گھنٹے۔ ٹرین آرام دہ اور تیز رفتار تھی۔ ٹرین میں بعض اوقات رفتار بھی لکھی ہوئی سکرین پر دکھائی جاتی تھی۔ یہ ٹرین کافی عرصہ 250 کلومیٹر کی رفتار سے بھی چلتی رہی۔ لمبے سفر کی وجہ سے تھکان تو ہوئی لیکن باہر کے خوبصورت نظاروں سے لطف اندوز ہونے اور حمد باری تعالیٰ کرنے اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا اچھا موقع ملا۔ نمازیں بھی پڑھیں۔ حقیقۃ الوحی کا کچھ حصہ بھی۔ اپنی تقریر کا کچھ حصہ بھی پڑھا اور کچھ ڈائری بھی لکھی۔

رات کے 9 بج کر 10 منٹ پر ٹرین برلین کے سنٹرل اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ عزیزم نوید احمد۔ ہادی احمد اور ان کے ایک دوست آئے ہوئے تھے۔ ان کی کار میں سیدھا مسجد خدیجہ پہنچا۔ احباب جو نماز کے لئے آئے ہوئے تھے انہوں نے استقبال کیا۔ میں نے نماز مغرب اور پھر بعد میں نماز عشاء مسجد خدیجہ میں پڑھائی۔ کھانا تیار تھا۔ وہ کھایا۔ اس کے بعد حاضر احباب سے نصف گھنٹہ بات چیت ہوئی۔ پھر مشن کے ایک کمرہ میں آرام کیا۔ بہت آرام دہ اور پُرسکون کمرہ تھا۔

26 اپریل 2010ء

رات تھوڑی دیر ہی آرام کیا۔ جلدی صبح ہو گئی۔ نفل ادا کئے۔ پھر مسجد خدیجہ میں نماز فجر پڑھائی۔ نماز کے بعد کمرے میں آ کر تلاوت اور پھر آرام کیا۔ اس وقت اچھا آرام ہو گیا۔ گہری نیند آئی۔ دس بجے اُٹھ کر ناشتہ کیا۔ نہایا۔ سوا گیارہ بجے عزیزم نوید اور ہادی احمد آ گئے۔ ان کے ساتھ اسٹیشن آیا راستہ میں ایک جگہ پولیس والوں نے نوید کی کار روکی۔ کاغذات وغیرہ چیک کر کے جانے کی اجازت دے دی۔ الحمد للہ کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

برلین کا اسٹیشن بہت بڑا ہے۔ نیا بنا ہے۔ خوبصورت ہے وہاں سے 12:28 پر وارسا ایکسپریس ٹرین میں روانگی ہوئی۔ یہ ٹرین بھی بہت آرام دہ اور تیز رفتار ہے۔ اس میں بیٹھے یہ ڈائری لکھ رہا ہوں۔ ساتھ لایا ہوا کھانا کھایا۔ سینڈوچ اور پھل۔ ٹرین سے کافی لے کر پی۔ یہ پولینڈ کی کافی اچھی مزیدار تھی ایک کپ 1.5 یورو میں ملا۔ الحمد للہ سفر بڑی عمدگی سے جاری ہے۔ اس ٹرین پر سفر کرتے ہوئے۔ پتہ بھی نہیں چلا اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلی بار پولینڈ میں داخل ہوا۔ دعا کی کہ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ آمین۔ پولینڈ میں داخلہ سے قبل جرمنی کے علاقہ میں آخری بڑا اسٹیشن آیا تو نام پڑھ کر حیرت ہوئی۔ نام تھا Frankfurt۔ یہ ایک ہی نام کا دوسرا شہر ہے جو ایک دوسرے دریا کے کنارہ پر ہے اس لئے

فرانکفورٹ کے ساتھ یہ لفظ بھی لکھا جاتا ہے۔

اس لمبے سفر میں بھی ٹرین کے دائیں بائیں باہر کے نظاروں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔تقریر کا بقیہ حصہ پورا پڑھ لیا۔ اللہ تعالیٰ میرے ان کلمات میں بہت بہت برکت رکھ دے۔ اس کے ہی فضل سے تقریر تو اچھی لکھی گئی ہے خدا کرے بیان بھی بہت عمدہ رنگ میں ہو جائے اور اس کا نیک اثر دلوں پر ہو۔ پولینڈ میں قیام کے دوران غالباً تین تقاریر ہوں گی۔ خدا تعالیٰ کرے کہ تینوں ہی بہت بہت کامیاب ہوں۔

آج صبح برلین میں باتوں میں یہ ذکر آیا کہ حضور انور نے مسجد خدیجہ کے افتتاح کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ اس مسجد کی تعمیر سے اب اللہ تعالیٰ نے روس کے علاقوں اور مشرقی یورپ کے ممالک میں تبلیغ کے راستے کھول دئے ہیں گویا برلین کو اس بابرکت تبلیغ اسلام کا راستہ بیان فرمایا۔

مجھے اس سے خیال آیا کہ عجیب تصرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ناچیز خادم اسلام کو بھی پولینڈ میں برلین کے ذریعہ ہی داخلہ کی توفیق دی ہے۔ عام طور پر پولینڈ میں لوگ ہوائی جہاز سے جاتے ہیں اور میرا ارادہ بھی اسی طرح تھا کیونکہ یہ ذریعہ سفر کم وقت لینے والا اور آرام دہ ہے۔ میں نے اس ہوائی سفر کی بکنگ بھی کر لی تھی لیکن ان حالات کی وجہ سے جو پہلے ذکر کر چکا ہوں یہ ارادہ تبدیل کرنا پڑا اور ٹرین کے ذریعہ سفر کا فیصلہ کیا۔ اُس وقت تک مندرجہ بالا بات کا کوئی خیال دل میں نہ تھا اب آج صبح یہ خیال آیا کہ میں بھی تصرف الٰہی سے برلین کے ذریعہ پولینڈ میں داخل ہو رہا ہوں تو دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سفر کو بہت برکتوں والا بنا دے۔ آمین۔

گاڑی میں سفر تیزی سے جاری ہے۔ میں یہ ڈائری بھی لکھ رہا ہوں ٹرین ذرا ہلتی ہے تو لکھائی خراب ہو جاتی ہے لیکن جذبات کی رو اپنی پوری تیزی سے جاری ہے۔ ایک نئے ملک میں پہلی بار آنا۔ ایک سخت کیتھولک ملک میں ان شاء اللہ اسلام کے بارہ میں تقاریر کا موقعہ ملنا اور ویسے بھی میں سوچتا ہوں کہ میں ایک نہایت ہی کمزور، جاہل اور گنہگار انسان ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل۔محض اس کے کرم سے اس کرم خاکی کو اللہ تعالیٰ اپنی کتنی نعمتوں سے نواز رہا ہے۔ کیسے شکر کروں کہ شکر کا حق کچھ تو ادا ہو سکے۔ ساری زندگی بھی شکر کرتا رہوں۔ اپنے نفس کا ذرہ ذرہ اسی راہ میں قربان کر دوں تو تب بھی یہ حق ادا نہیں ہوسکتا۔ خدایا میرے ان ناچیز جذبات کو قبول فرمالے کہ تو بہت قبول کرنے والا ہے۔ آمین۔

ٹرین بڑی تیز رفتاری سے جاری ہے۔ باہر کے دلفریب نظارے بڑی تیزی سے نظروں کے سامنے آتے اور نظروں سے غائب ہوتے جا رہے ہیں۔ کیا یہ ہماری دنیا کا ایک نقشہ نہیں۔ ساری دنیا ہی فانی ہے اور بس ایک خدا تعالیٰ کا نام ہی باقی رہنے والا ہے۔

اچھا اب وارسا (جو پولینڈ کا دارالحکومت ہے) قریباً ایک گھنٹہ میں آنے والا ہے۔ اب میں نے نماز ظہر وعصر ادا کرنی ہے۔ اچھا ہے انہی جذبات شکر کو لے کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے کو جاتا ہوں۔ باقی پھر۔

تھوڑی دیر میں وارسا کا اسٹیشن آنے والا ہے۔ وہاں اترتے ہوئے پہلی بار پولینڈ کی سرزمین پر قدم پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

اب تک کا جو سفر ہوا ہے اس میں یہ عجیب بات سامنے آئی ہے کہ اس سفر میں بیلجیم، جرمنی اور اب تک پولینڈ کے سفر میں کسی جگہ کوئی پہاڑ نظر نہیں آیا۔ (ممکن ہے دور کہیں ہوں لیکن نمایاں طور پر نظر نہیں آیا) تا حد نظر ہموار اور کھلا علاقہ تھا۔ کئی دریاؤں کو عبور کیا۔ دونوں طرف ہریالی۔ جنگلات اور سبزہ اور چھوٹی بڑی آبادیاں نظر آتی رہیں۔ ساری گاڑیوں میں مسافروں کا رش رہا۔ممکن ہے آئس لینڈ کے واقعہ کا اثر ہو یا ویسے ہی سفر کرنے والوں کی کثرت ہوتی ہو۔

ترقی کا معیار اب تک کے مشاہدہ کے اعتبار سے جرمنی کے مقابلہ میں پولینڈ کم نظر آتا ہے۔ سبزہ بھی جرمنی سے کم ہے لیکن کھیتی باڑی خوب کثرت سے ہے۔ یہ کیتھولک ملک ہے۔ اس میں ایک عجیب نظارہ یہ دیکھا کہ ایک اسٹیشن کے قریب بجلی کے کھمبوں کو غور سے دیکھا تو ان کے اوپر کا حصہ + کراس (صلیب) کی طرز پر بنا ہوا تھا۔ ایک جگہ پر ایسا بہت نمایاں نظر آیا۔ باقی کا علم نہیں۔

وقت مقررہ سے چند منٹ لیٹ گاڑی خیریت سے وارسا کے سینٹرل اسٹیشن پہنچ گئی۔معلوم ہوا کہ برسلز اور برلین کی طرح وارسا کے بھی متعدد اسٹیشن ہیں۔ میرے والی ٹرین دو اسٹیشنوں کو چھوڑ کر وارسا سنٹرل اسٹیشن پر رکی جہاں میں نے اترنا تھا۔ گاڑی کے آخری ڈبہ میں میں سفر کر رہا تھا جس کا نمبر 267 تھا حیرت ہوئی کہ یہ نمبر بوگی کا کس حساب سے تھا کیونکہ گاڑی لمبی تو ضرور تھی لیکن اتنی لمبی بھی نہ تھی۔

وارسا سنٹرل اسٹیشن پر اترا تو پلیٹ فارم پر مکرم محمد منیر احمد منور صاحب امیر آسٹریا و پولینڈ اور مکرم زبیر خلیل صاحب اور ان کے ہمراہ ایک اور دوست استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ کار میں مشن ہاؤس آیا جو وارسا شہر کے مغربی حصہ میں واقعہ ہے۔ یہ ایک مکان ہے جس کی دو منزلیں ہیں پیچھے باغ کی جگہ ہے۔ عمارت پرانی ہے۔ یہی یہاں کا مشن ہاؤس اور مسجد ہے جو غالباً 1990ء میں خریدا گیا تھا۔ ایک بڑا کمرہ جس کے دو حصے ہیں مسجد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک حصہ مردوں اور دوسرا عورتوں کے لئے۔ یہاں فی الحال مختصر سی جماعت ہے۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں پھر سب نے مل کر کھانا کھایا جسے ایک احمدی پاکستانی ڈاکٹر کی رشین بیوی نے بنایا تھا۔ اس کے بعد مغرب عشاء کی نمازیں میں نے پڑھائیں۔ اب یہ لکھنے کے بعد سونے کی تیاری کروں گا۔

27 اپریل 2010ء

صبح سویرے اٹھ کر نفل ادا کرنے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد مسجد میں نماز فجر پڑھائی۔ اس کے بعد تلاوت قرآن کریم کی اور پھر دوبارہ آرام کے لئے لیٹ گیا۔ اچھا وقت آرام کا مل گیا۔ کل کے سفر کی تھکان بھی تھی۔ اٹھا تو دیکھا کہ باہر بارش ہو رہی ہے۔ ہوا بھی سرد ہے۔ کل تو موسم اچھا اور قدرے گرم تھا دیکھیں آج کیسا موسم ہوتا ہے۔ آج پہلا تبلیغی پروگرام وارسا کے بعد دوسرے نمبر کے شہر KARAKOW میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہت کامیاب کرے۔ ابھی نہا دھو کر تیاری کروں گا۔ اور پھر ناشتہ کے بعد اس جگہ کے لئے کار میں روانگی ہوگی۔ چار پانچ گھنٹے کا سفر ہے۔ اجلاس سے قبل نگران پروفیسر یونیورسٹی سے ملاقات ہے اس کے بعد پونے پانچ بجے اجلاس کا وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قدم پر مدد اور نصرت فرمائے۔ آمین۔

کل صبح برلین سے آگے روانہ ہونے سے قبل قانتہ کو لندن فون کر دیا تھا۔ اسی طرح رات وارسا مشن ہاؤس میں آنے کے بعد بھی فون پر تفصیلی بات ہوگئی تھی۔ الحمد للہ کہ لندن میں سب خیریت ہے۔حضور انور چار یورپین ملکوں کے دورہ کے بعد پرسوں یعنی 25 اپریل کی شام پونے نو بجے کے قریب (بذریعہ کار سفر کرتے ہوئے) خیریت سے واپس لندن پہنچ گئے ہیں۔ کَانَ اللّٰہُ مَعَہٗ وَاَیَّدَہٗ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ۔

صبح دس بجے کے قریب ہم دعا کے بعد دو گاڑیوں میں روانہ ہوئے۔ میرے والی کار مکرم منیر احمد منور صاحب چلا رہے تھے۔ ساتھ ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب اور ان کی اہلیہ تھیں۔سفر بہت اچھا گزرا۔ قریباً 300 کلومیٹر کا سفر تھا۔ ابتداء میں Dual Carriageway ہونے کی وجہ سے کچھ تیز سفر ہوا بعد ازاں چھوٹی سڑک کی وجہ سے اور جگہ جگہ Road Works کی وجہ سے سفر میں کافی وقت لگا۔ پھر ارادہ تھا کہ راستہ میں کہیں رک کر دوپہر کا کھانا کھالیں لیکن مطلب کی جگہ نظر نہ آئی اور ہم KARAKOW شہر ہی پہنچ گئے۔ اور فیصلہ کیا کہ جس جگہ اجلاس ہے اس جگہ کے قریب پہنچ کر بڑے سٹی سینٹر میں ایک McDonald میں کھانا کھالیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ ہم نے تین سوا تین بجے دوپہر کا کھانا کھایا۔

(باقی آئندہ ان شاء اللہ)

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

• حضرت مولوی عبد الکریم صاحب اپنی تصنیف ’’سیرت مسیح موعودؑ‘‘ میں لکھتے ہیں: ۔

’’ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ کا عربی حصہ لکھ رہے تھے حضور نے مولوی نور الدین صاحبؓ (خلیفہ اول) کو ایک بڑا دو ورقہ اس زیر تصنیف کتاب کے مسودہ کا اس غرض سے دیا کہ فارسی میں ترجمہ کرنے کے لئے مجھے پہنچا دیا جائے وہ ایسا مضمون تھا کہ اس خداداد فصاحت وبلاغت پر حضرت کو ناز تھا۔ مگر مولوی صاحب سے یہ دو ورقہ کہیں گر گیا۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے ہر روز کا تازہ عربی مسودہ فارسی ترجمہ کے لئے ارسال فرمایا کرتے تھے اس لئے اس دن غیر معمولی دیر ہونے پر مجھے طبعاً فکر پیدا ہوا اور میں نے مولوی نور الدین صاحب سے ذکر کیا کہ آج حضرت کی طرف سے مضمون نہیں آیا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور دیر ہو رہی ہے معلوم نہیں کیا بات ہے۔ یہ الفاظ میرے منہ سے نکلنے تھے کہ مولوی نور الدین صاحب کا رنگ فق ہوگیا۔ کیونہ دو ورقہ مولوی صاحب سے کہیں گر گیا تھا۔ بے حد تلاش کی مگر مضمون نہ ملا اور مولوی صاحب سخت پریشان تھے۔ حضرت مسیح موعود کو اطلاع ہوئی تو حسب معمول ہشاش بشاش مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا یا گھبراہٹ کا اظہار کرنا تو درکنار الٹا اپنی طرف سے معذرت فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کو مسودہ کے گم ہونے سے ناحق تشویش ہوئی مجھے مولوی صاحب کی تکلیف کی وجہ سے بہت افسوس ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گمشدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطاء فرمادے۔

جب کوئی دوست کچھ عرصہ کی جدائی کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کو ملتا تو اسے دیکھ کر آپ کا چہرہ یوں شگفتہ ہوجاتا تھا جیسے کہ ایک بند کلی اچانک پھول کی صورت میں کھل جائے اور دوستوں کے رخصت ہونے پر آپ کے دل کو از حد صدمہ پہنچتا تھا۔

آپ کو یہ بھی خواہش رہتی تھی کہ جو دوست قادیان آئیں وہ حتی الوسع آپؑ کے پاس آپ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی قیام کریں اور فرمایا کرتے تھے کہ زندگی کا اعتبار نہیں جتنا عرصہ پاس رہنے کا موقعہ مل سکے غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اس طرح آپؑ کے مکان کا ہر حصہ گویا ایک مستقل مہمان خانہ بن گیا تھا اور کمرہ کمرہ مہمانوں میں بٹا رہتا تھا۔ مگر جگہ کی تنگی کے باوجود آپ اس طرح دوستوں کے ساتھ مل کر رہنے میں انتہائی راحت پاتے تھے۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 590 تا 592)

• حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب تجلیات الٰہیہ میں تحریر فرمایا کہ

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اسقدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کرلو۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے جو کہ ایک دن پورا ہوگا۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409 تا 410)

• حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں کہ

’’میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں۔ تمام دنیا کو اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں۔ کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے۔ جسکو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 403)

• حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ظہر کے وقت ایک نووارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید سے فرمایا کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالف ہیں دعا کیا کریں انہوں نے عرض کی کہ حضور میں دعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دعا کے لئے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں حضرت اقدس نے فرمایا کہ۔

’’توجہ سے دعا کرو باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دعا باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہوگا۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ نمبر ۵۰۲ البدر ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

• بٹالہ کے سفر کے دوران حضرت اقدس، شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی سے ان کے والد صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے اور نصیحت فرمائی کہ:

’’ان کے حق میں دعا کیا کرو ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دلجوئی کرنی چاہئیے اور ان کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر اسلام کی صداقت کا قائل کرو۔ اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی دوسرے معجزے برابری نہیں کر سکتے سچے اسلام کا یہ معیار ہے کہ اس سے انسان اعلیٰ درجے کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک ممیز شخص ہوتا ہے شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ دنیوی امور جن سے دین کا حرج نہیں ہوتا ان کی ہر طرح سے پوری فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ دل و جاں سے ان کی خدمت بجالاؤ۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۹۴ البدر ۱۴/ نومبر ۱۹۰۲ء)

بقیہ: میری پیاری اُمی جان حلیمہ بیگم صاحبہ...... از صفحہ 3

لندن آ کر بھی قرآن کریم پڑھانا، اجلاسات میں جانا، جب تک اللہ تعالیٰ نے ہمت دی جاری رہا۔ امی جان اور اباجان بسوں پر سفر کرتے ہوئے ہر جمعہ کو مسجد میں پہنچ جاتے آپ فرش پر بیٹھنا پسند کرتی تھیں، ڈیوٹی والی بہنیں ہمیشہ اُن کو کرسی پیش کرتی تھیں مگر ہمیشہ اُن کا جواب ہوتا مَیں نے جس زمین میں جانا ہے اُس پر ہی سجدہ کروں گی۔ اُمی میرے ابا جان کی بہت تابعدار تھیں۔ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی اُن کی اجازت کے بغیر نہیں کرتی تھیں۔ اُمی اباجان ایک دوسرے کی بے حد عزت کرتے تھے ایک دوسرے سے تعاون، محبت، ہمدردی، احترام و تکریم اور ایثار کا ہمارے لئے نمونہ بنے رہے۔ دونوں کی زندگی بہت جفاکشی اور قربانیوں سے بھرپور گزری۔ اباجان لندن کے جلسہ سالانہ پر ایک مہینہ پہلے لنگر خانہ کی ڈیوٹی پر چلے جاتے اُمی جان ہمیشہ اُن کا کھانا گھر سے تیار کر کے بھجواتیں کھانے میں اباجان کے دوستوں کا بھی خیال رکھتیں۔ دونوں ایک دوسرے کا سہارا بنے رہے۔

محترم بشیر احمد رفیق سابق امام مسجد لندن ’میری پونجی‘ صفحہ 13 پر تحریر فرماتے ہیں:

’’یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہوتا ہے کہ جب میاں بیوی دونوں ہی تقویٰ شعار، پارسا اور خدا ترس واقع ہوئے ہوں۔ ایسے جوڑے آسمان پر بنتے ہیں۔ آپ کی والدہ صاحبہ کے حالات پڑھتے ہوئے بارہا یہ احساس ہوا کہ مرحومہ بھی اولیاء اللہ میں سے تھیں۔ اپنے خاوند کی وفا شعار، مہمان نواز، خوش کردار خاتون تھیں‘‘۔

جی تو کرتا ہے لکھتی جاؤں بہت کچھ ہے لکھنے کو ان شاء اللہ پھر لکھوں گی ضرور لکھوں گی اور لکھتی رہوں گی۔

زندگی کی آخری رات مَیں ہسپتال میں اُمی کے پاس تھی اباجان تھک کر گھر میں سو گئے تھے مَیں نے پوچھا اباجان کو بلوا لوں کہتی ہیں نہیں وہ بہت تھک گئے ہیں اُن کو آرام کرنے دو۔ ہماری ماں سب کا خیال کرنے والی محبتیں اور پیار بانٹ کر 7 ستمبر 2001ء کو اپنے پیارے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئیں۔

الحمد للہ موصی تھیں ربوہ بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ میری اُمی جان اباجان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

درخواست ہائے دعا

- مکرم عبدالستار چوہدری۔ ملائیشیا سے اعلان بجھواتے ہیں:

خاکسار کی اہلیہ فاطمہ ستار صاحبہ بیمار ہیں۔ احباب جماعت سے ان کی کامل شفاء یابی کے لئے درخواست دعا ہے کہ پروردگار ان کو معجزانہ رنگ میں کامل شفائے کاملہ عطا فرمائے اور تمام پریشانیوں سے محفوظ رکھے آمین۔

- مکرم مظفر بلال ڈوگر اعلان کرواتے ہیں:

خاکسار کی بڑی امی جان مکرمہ ناصرہ بیگم چند دنوں سے پتے میں پتھری میں انفیکشن کی وجہ سے بیمار ہیں اور لندن کے ہسپتال میں داخل ہیں۔ تمام احباب جماعت کی خدمت میں ان کی جلد کامل شفایابی کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

- مکرمہ درثمین احمد۔ جرمنی سے اعلان کرواتی ہیں:

خاکسار کی عزیزہ آجکل علیل ہیں۔ کمزوری زیادہ ہونے کے سبب کافی پریشانی ہے۔ احباب جماعت سے ان کی صحت و شفا کاملہ کے لیے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔

- مکرم عبدالستار چوہدری اعلان کرواتے ہیں کہ:

ملائشیا میں بسنے والے احمدی مسلمان آج کل بہت زیادہ مصیبتوں اور پریشانیوں کا شکار ہیں۔ کچھ وبائی بیماری کرونا کا شکار ہیں اور کچھ دیگر امراض میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح بعض بیروزگار ہیں اور بعض کے بچے بچیوں کے رشتوں اور تعلیم کے مسائل ہیں۔ ان سب کے لئے درد دل سے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ پروردگار تمام احمدی مسلمان بہن بھائیوں کی تمام تر پریشانیوں کو دور فرمائے اور بیماروں کو کامل شفاء عطا فرمائے اور سب کو جلد سے جلد اپنی منزل مقصود تک پہنچائے آمین۔

- مکرم وسیم احمد ظفر۔ مبلغ انچارج جماعت احمدیہ برازیل اعلان کرواتے ہیں:

خاکسار کی والدہ مکرمہ صادقہ بیگم اہلیہ الحاج مولوی محمد شریف صاحب مرحوم سابق اکاونٹنٹ جامعہ احمدیہ ربوہ پاکستان (بنت حضرت میاں فضل محمدؓ ہرسیاں والے صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی عمر اللہ تعالیٰ کے فضل سے 97 سال کی ہوگئی ہے۔ ماشاء اللہ۔ کمزوری کافی ہے اور یادداشت پر کافی اثر ہے خاص طور پر قریب کی۔ کچھ عرصہ قبل بائیں بازو اور ٹانگ پر اسٹروک ہوا تھا جسکا ابھی بھی اثر ہے اور سہارا سے اٹھانا پڑتا ہے اور واکر کے سہارے تھوڑا بہت چل لیتی ہیں۔ ویسے ماشاء اللہ خوب باتیں کرتی ہیں کبھی کبھی نظمیں بھی سناتی ہیں خاص طور پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات بڑی توجہ سے سنتی ہیں اور بسا اوقات گھر والوں کو بھی سننے کے لئے کہتی ہیں۔ سب قارئین الفضل سے انکی صحت یابی اور انجام بخیر کے لئے دعا کی درخواست ہے امی جان آجکل نیویارک امریکہ میں اپنے بیٹے مکرم نعیم احمد سیکرٹری ضیافت نیویارک جماعت کے گھر میں مقیم ہیں جہاں ایک لمبے عرصہ سے بھائی نعیم انکی اہلیہ مکرمہ فوزیہ اور انکے بچے عزیزہ بارعہ۔ عفیفہ اور عزیزم فرحان انکی دیکھ بھال اور خدمت کا حق ادا کر رہے ہیں ان سب کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں احسن رنگ میں خدمت کی توفیق دیتا چلا جائے اور اسکی انہیں بہترین جزاء دے اور دین و دنیا کی حسنات عطاء کرے نیز ان تمام عزیزوں کو بھی جو وقتاً فوقتاً خدمت کے لئے آتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ سبکو اپنی حفاظت میں رکھے اور اپنے بیشمار فضلوں کا وارث بنائے۔ آمین۔

سانحہ ارتحال

- مکرم مظفر احمد شہزاد لکھتے ہیں۔

خاکسار کے تایا زاد بھائی مکرم ماسٹر نسیم احمد ولد سعید احمد صاحب بقضائے الٰہی مورخہ 18 اگست 2020ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم موصی تھے۔ نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ آپ یکم نومبر 1974ء کو پیدا ہوئے۔ نیک، مخلص، اور خدمت دین کرنے والے تھے مختلف تنظیمی و جماعتی شعبہ جات میں خدمت کی توفیق ملی۔ آپ حضرت میاں جان محمدؓ صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت میاں غلام محمدؓ صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے تھے۔ پسماندگان میں آپ نے بیوہ، ایک بیٹا عزیزم شاہد احمد ثاقب تین بیٹیاں سوگوار چھوڑیں۔ احباب جماعت سے مرحوم کی بلندی درجات کے لیے درخواست دعا ہے۔

- مکرم بشارت احمد مسعود اعلان کرواتے ہیں:

خاکسار کے والد محترم عبدالحئی خان مندرانی ابن حضرت محمد مسعود خانؓ مندرانی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعارضہ فالج/برین ہیمرج 22 اگست 2021 بروز اتوار قریباً شام 6 بجے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم موصی تھے اس لیے تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔ مکرم ساجد احمد نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ قبر تیار ہونے پر مکرم طاہر کاشف نے دعا کرائی۔ والد صاحب مرحوم پیشہ کے اعتبار سے معلم تھے اور فرائض منصبی کی ادائیگی کے بعد اپنا بقیہ وقت جماعتی امور کو سرانجام دینے میں صرف کرتے تھے۔ فروری 1993ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد اپنا سارا وقت جماعت کے لیے وقف کر دیا۔ آپ سالہا سال تک اپنی جماعت کے صدر جماعت اور سیکرٹری مال رہے۔ اور گردونواح کی جماعتوں میں مسلسل رضا کارانہ طور پر چندہ جات کی وصولی اور احباب جماعت کی تعلیم اور تربیت کے لیے آتے جاتے رہے۔ انہیں اپنے ضلع کی مقامی احمدی جماعتوں میں مسلمہ بزرگ کی حثیت حاصل تھی۔ شب باش اور دعا گو انسان تھے۔ والد صاحب نے 4 بیٹے 2 بیٹیاں اور 25 پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ ہماری والدہ محترمہ الحمد للہ حیات ہیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت محمد عثمان خانؓ مندرانی کی بیٹی ہیں۔ احباب سے اس مخلص خادم سلسلہ کی بلندی درجات کے لیے درخواست دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی جملہ اولاد کو ان کی نیکیوں کو جاری وساری رکھنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

****

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۶﴾

(سورۃ الفلق:6)

ترجمہ: اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے

یہ قرآن مجید کی حسد سے بچنے کی دعا ہے

یہ مبارک آیت سورۃ الفلق کی ہے جس کے بارہ میں سید ومولیٰ، مقدس الانبیاء، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ تم سورۃ اخلاص اور بعد کی دو سورتیں (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) صبح وشام تین بار پڑھا کرو۔ یہ ذکر تجھے ہر چیز سے بے نیاز کر دے گا یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری تمام ضرورتوں کا متکفل ہوجائے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِیَّاکُمۡ وَالۡحَسَدَ فَاِنَّ الۡحَسَدَ یَاۡکُلُ الۡحَسَنَاتِ کَمَا تَاۡکُلُ النَّارُ الۡحَطَبَ

حسد (یعنی دوسروں پر جلنے اور کڑھنے) سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ بلاشبہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو۔

(سنن ابوداؤد،کِتَاب الْاَدَبِ بَابٌ فِی الْحَسَدِ حدیث: 4903)

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حسد سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعا سکھائی ہے کہ یہ دعا کرو: وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق:6) کہ حاسد کے حسد سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ جب ایک مومن خود بچنے کی دعا کرے گا تو پھر ایک پاک دل مومن یہ بھی کوشش کرے گا کہ دوسرے سے حسد کرنے سے بھی بچے۔

(خطبہ جمعہ 25/ جنوری 2008ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

کے خود تو کام نہیں کر سکتے، جو دماغ حکم دیتا ہے اس کے مطابق چلتے ہیں۔ پس یہ ہر احمدی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس توقع پر پورا اترنے کی کوشش کرے۔ ہمارے وہ کام ہوں جو اسلام کی، قرآن کی حقیقی تعلیم کے مطابق ہیں۔ جن کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانے میں ہمیں بار بار نصیحت فرمائی ہے۔ اس کے بغیر ہم اپنی بیعت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ فرمایا کہ ’’ان باتوں پر عمل کرو۔ اور عقل اور کلام الٰہی سے کام لو تا کہ سچی معرفت اور یقین کی روشنی تمہارے اندر پیدا ہو اور تم دوسرے لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف لانے کا وسیلہ بنو۔ اس لئے کہ آجکل اعتراضوں کی بنیاد طبعی اور طبابت اور ہیئت کے مسائل کی بناء پر ہے۔ اس لئے لازم ہوا کہ ان علوم کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کریں تا کہ جواب دینے سے پہلے اعتراض کی حقیقت تو ہم پر کھل جائے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 68 مطبوعہ لندن)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔ ’’تم میری بات سن رکھو اور خوب یاد کر لو کہ اگر انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثر پذیر نہیں ہوتی۔‘‘ (جو بھی بات کرنی ہے سچے دل سے ہونی چاہئے اور تمہارا عمل بھی اس کے مطابق ہونا چاہئے، ورنہ وہ اثر نہیں کرتی۔ فرمایا) ’’اسی سے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صداقت معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو کامیابی اور تاثیر فی القلوب آپ کے حصہ میں آئی اس کی کوئی نظیر بنی آدم کی تاریخ میں نہیں ملتی اور یہ سب اس لئے ہوا کہ آپ کے قول اور فعل میں پوری مطابقت تھی۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 67-68 مطبوعہ لندن)

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی صحیح پیروی کی کوشش ہمارا ایک فرض بھی ہے اور وہ تبھی ہو گی جب ہمارے قول وفعل ایک ہوں گے اور تبھی ہماری کوششوں کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہترین پھل لگیں گے۔

(خطبہ جمعہ 16/ مارچ 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

چھوٹی مگر سبق آموز بات

وَاِذَا حُیِّیۡتُمۡ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَاۤ اَوۡ رُدُّوۡہَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ حَسِیۡبًا۔

اگر تمہیں کوئی تحفہ دے تو تم اس سے بہتر تحفہ دو کچھ بڑھا کر، اگر نہیں تو کم از کم اتنا ہی دو جتنا تمہیں اس نے دیا ہے اس سے آپس میں خلوص اور محبت کا رشتہ مضبوط ہوجائے گا۔

مرسلہ: محمد عمر تماپوری۔ انڈیا

		03 ستمبر 2021ء
غروب آفتاب	طلوع فجر	
18:35	04:47	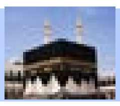 مکہ مکرمہ
18:38	04:44	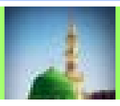 مدینہ منورہ
18:50	04:41	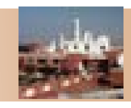 قادیان
18:30	04:21	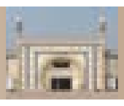 ربوہ
19:44	04:50	اسلام آباد ٹلفورڈ